جناب ارشاد احمد حقانی صاحب ایڈیٹر روزنامہ "جنگ" لاہور

مغربی استعمار اور اسلامی تحریکیں

امریکہ کی وزیر خارجہ مس البرائٹ نے تو غالباً ایک دوسرے مفہوم میں یہ بات کہی تھی کہ افغانستان اور سوڈان پر ہمارے حملے ایک طویل عمل کا صرف نقطہ آغاز ہیں اور ہم "دہشت گردوں" کے خلاف اپنی کاروائی جاری رکھیں گے لیکن قدرت امریکہ کی حالیہ کاروائی کو اور آگے آنے والی کاروائی کو شاید کسی دوسرے طویل عمل کا نقطہ آغاز بنادے۔ عالم اسلام میں جس وسیع پیمانے پر امریکی کاروائی کی مذمت ہوئی ہے، اسے آپ اس آئس برگ کا پانی سے باہر نظر آنے والا صرف ایک سرا سمجھیں جو سمندر کی تہہ کے نیچے موجود ہے۔ جو آئس برگ سمندر کی تہہ کے نیچے موجود ہے۔ وہ عالم اسلام میں امریکہ کے خلاف پائی جانے والی گہری اور وسیع نفرت ہے اور امریکہ کے حالیہ اقدام نے شاید اس نفرت کو نئی جہت اور سمت اور نئی قوت دینے کا کردار ادا کیا ہے۔ آپ دیکھئے کہ او آئی سی بھی امریکی اقدام کی مذمت کرنے والوں میں شامل ہوگئی ہے۔ اگرچہ اس کا کردار موجودہ بحران میں زیادہ فعال نہ ہونے کی دو اہم وجوہات موجود ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی طرف سے کمزور مذمتی بیان کا جاری ہونا بھی اپنی ایک اہمیت رکھتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ امریکی اقدام افغانستان اور طالبان کے خلاف بھی ہوا ہے اور ایران جو او آئی سی کا موجودہ چیئرمین ہے طالبان کیلئے ظاہر ہے کہ اپنے دل میں قطعاً کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتا، اس لئے اس کی طرف سے کسی ایسے اقدام کی تائید جو بالواسطہ بھی طالبان کی تائید پر محمول کیا جاسکتا ہو، عام حالات میں متوقع نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ او آئی سی کا ایک روایتی کردار رہا ہے اور وہ عالم اسلام کے خلاف امریکی کاروائیوں کی مذمت بس ایک حد تک کرتی ہے جس کی وجوہات واضح ہیں لیکن اس کے باوجود اسے بیان جاری کرنا پڑا ہے۔ عرب لیگ کا ہنگامی اجلاس بھی ہورہا ہے اور مصر اور سوڈان کے درمیان خوشگوار تعلقات کی عدم موجودگی کے باعث عرب لیگ سے بھی سوڈان کی حمایت میں آواز اٹھانے کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی لیکن اپنے ہنگامی اجلاس میں وہ بھی امریکی اقدام کے خلاف موقف اختیار کرنے پر مجبور ہوجائے گی۔ امہ کی سطح پر جس قدر احتجاج ہوا ہے وہ بھی ماضی کے مقابلے پر وسیع تر ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ خلیج کے پورے خطے میں امریکی افواج کی موجودگی کے خلاف

ان ریاستوں میں بھی شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے جو ان امریکی افواج کو دعوت دینے کی ذمہ دار ہیں۔ ان کے عوام اپنی اپنی حکومتوں سے متفق نہیں ہیں اور وہ امریکہ کو اپنا دوست نہیں سمجھتے۔ مغربی استعمار بالخصوص امریکہ کی مخالفت کرنے والے عام اسلام کے حلقے اگرچہ تمام جوانوں سے ایک جیسے نظریات نہیں رکھتے لیکن امریکہ کو یہ تمام حلقے بہرحال امت مسلمہ کا دشمن سمجھتے ہیں۔ جنگ افغانستان اور جہاد کشمیر کی وجہ سے مسلم نوجوانوں میں اسلامی مقاصد کیلئے کام کرنے کا جو جذبہ ابھرا اور مضبوط ہوا، اس میں بھی اب امریکہ یا استعمار دشمنی کے محرکات بڑے طاقتور ہوچکے ہیں۔ میں نے جب نومبر ۱۹۸۳ء میں پہلی دفعہ ایران کا سفر کیا تو واپسی پر اپنے تاثرات لکھتے وقت سب سے آخری کالم میں نے پاکستان اور ایران میں نفاذ اسلام کے تقابلی مطالعے کے لئے وقف کیا۔ اس میں دوسری باتوں کے علاوہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ آج کے دور میں جس عالم دین کی فکر یا جس اسلامی تحریک میں استعمار دشمنی ایک زبردست جذبہ محرکہ کے طور پر موجود نہ ہو، اس کا فہم اسلام لائق اعتبار نہیں ٹھہر سکتا۔ اب کیفیت یہ ہے کہ عالم اسلام میں جہاں بھی اسلامی تحریکیں یا مذہبی تشدد پسندی کی تحریکیں چل رہی ہیں، ان سب میں استعمار دشمنی کا جذبہ روزبروز قوی تر ہوتا چلاجارہا ہے۔ مس البرائٹ تو سمجھتی ہیں کہ انہوں نے "اسلامی دہشت گردی" کا خاتمہ کرنے کیلئے جو مہم شروع کی ہے وہ مزید وسعت اختیار کرے گی اور اپنا مقصد حاصل کرلے گی لیکن ان کی مہم کا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ عالم اسلام کی استعمار دشمن تحریکیں قوی تر ہوجائیں اور ان کے درمیان قریبی ارتباط عمل وجود میں آجائے۔ یہ ارتباط عمل کچھ کچھ تو اس وقت بھی موجود ہے لیکن امریکی حکمت عملیاں اس کو قوی تر اور عمیق تر بنانے کا باعث بنیں گے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدرا" (۶۵: ۳) (اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے اور اس نے ہرچیز کےلئے تقدیر مقرر کررکھی ہے)۔ مجھے تو یوں دکھائی دے رہا ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد کی امریکی (اور مغربی) اسلام دشمن حکمت عملیاں عالم اسلام کو بیدار اور متحرک اور متحد کرنے کا ذریعہ ثابت ہورہی ہیں۔ اس وقت مغرب اور عالم اسلام کی لڑائی ایک غیرمساوی جنگ ہے، اس لئے کہ مغرب کو کئی حوالوں سے عالم اسلام پر برتری حاصل ہے۔ یہ برتری ہمہ گیر ہے۔ جنگی سازوسامان، مادی وسائل سائنس اور ٹیکنالوجی پر عبور، دنیا کے بڑے بڑے ذرائع پر کامل غلبہ، مغربی ممالک کے مضبوط داخلی نظام ہائے حکومت، یہ سب وہ عوامل ہیں جو مغرب کو عالم اسلام پر ہرحوالے سے فوقیت دلاتے ہیں اور عالم اسلام ان تمام انتہائی اہم میدانوں میں بہت پسماندہ ہے لیکن اقبالؒ کے الفاظ میں یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا

روح مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب راز خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں

مجھے معلوم ہے کہ میرے بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ دوست عالم اسلام کی ہمہ گیر حالت کے بارے میں جو پست رائے رکھتے ہیں، اسکے پیش نظر وہ میری اس رجائیت پسندی سے اختلاف کریں گے کہ حالیہ اور آئندہ امریکی کاروائیاں استعماریت کے خلاف عالم اسلام کو متحرک اور منظم کرنے کا باعث بن سکیں گی اور اس سے آخر کار امت مسلمہ کیلئے خیر کا کوئی پہلو نکل آئے گا۔ میں بھی اپنے ان دوستوں کی طرح بہت سے حوالوں سے عالم اسلام کی حالت سے سخت غیر مطمئن ہوں لیکن قدرت کے انداز نرالے ہیں۔ بارش مردہ زمین کو زندہ کردیتی ہے اور اس میں سے طرح طرح کے خوشنما پھول اور پھل اُگ آتے ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ مغرب کی مسلمان دشمنی بھی اس بارش کا کام کرکے جو امت مسلمہ کی مردہ زمیں میں سے نئے نئے گل بوٹے اگادے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ عالم اسلام کے اندر بیداری کی ایک لہر پہلے ہی سے آچکی ہے اور وہ قدم بقدم مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے۔ صدر بل کلنٹن نے اپنے حالیہ حملوں کی مدافعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارا ہدف اسلام نہیں دہشت گردی ہے لیکن ان کی یہ گفتگو اپنے اندر صداقت کا ایک بہت ہی چھوٹا سا عنصر رکھتی ہے۔ اسلامی دہشت گردی کے تاریخی اور نفسیاتی معاصر اسباب کیا ہیں اور یہ نام نہاد دہشت گردی کیوں امریکی استعمار کی مقابل بننے کی جرات کا مظاہرہ کررہی ہے۔ یہ ایک تفصیل طلب اور علمی موضوع ہے اس لئے امریکی غلبے کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دے کر اس کے اندر جو احتجاج اور صداقت کا عنصر ہے اس کی اہمیت کو زائل نہیں کیا جاسکتا۔ بلاشبہ اس وقت اسلامی دنیا میں مقامی حکمرانوں اور مغربی استعماری طاقتوں کے خلاف جو تحریکیں چل رہی ہیں ان میں سے بعض کی ترجیحات اور طریق کار سے کلی اتفاق نہیں کیا جاسکتا لیکن ان تحریکوں میں جواز کا ایک بہت بڑا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی تحریکیں روزبروز قوی سے قوی تر بھی ہوں گی اور ان کی ترجیحات اور اہداف بھی وقت کے ساتھ ساتھ معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ ہوجائیں گے۔

صوبہ سرحد کے سابق چیف سیکرٹری اور آئی جی کے سابق ڈی جی نے جو کچھ کہا ہے، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حکومت پاکستان مذکورہ کاروائی میں اپنے ملوث ہونے کے تمام حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کررہی ہے۔ اصل میں موجودہ حکومت ایک بہت بڑے مخمصے سے دوچار ہے۔ اس نے یہ سوچے بغیر کہ اس کی معیشت مغربی امداد کی بیساکھیوں کی کس قدر شدت سے محتاج ہے، جوہری تجربے کرنے کا فیصلہ تو کرلیا لیکن اس کے بعد وہ خودانحصاری کے راستے پر چلنے کے قابل ثابت نہیں ہوئی۔ آج (بروز منگل) لندن میں مسٹر ٹالبوٹ اور مسٹر شمشاد احمد اور جناب

سرتاج عزیز کے درمیان جو مذاکرات ہورہے ہیں ، حکومت ان کو ایک خاص مفہوم میں کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگارہی ہے ۔ امریکی کاروائی میں جس قدر بھی تعاون کیا گیا ہے، اس کا مقصد بھی ان مذاکرات سے مثبت نتائج حاصل کرنا تھا ۔ قاضی صاحب نے کہا ہے کہ امریکیوں نے میاں شہباز شریف کو جواب دیا کہ محض صادق ہویدا کو ہمارے حوالے کرنے سے آپ کو بڑا انعام نہیں مل سکتا ۔ بڑا انعام تو بڑی خدمت انجام دینے سے ہی مل سکتا ہے ۔ اب حکومت نے اپنی دانست میں بڑی خدمت بھی انجام دے دی ہے ۔ میں عرض کروں کہ اس وقت بے نظیر اور نواز شریف کے درمیان امریکہ کو خوش کرنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے ۔ پیپلز پارٹی کے حلقوں نے امریکی کاروائی پر بے نظیر کے پہلے بیان کی تردید کی ہے لیکن حقیقت غالباً یہ ہے کہ پہلا بیان بے نظیر نے امریکی حکومت اور امریکی سامعین کے لئے دیا اور اس کی تردید پاکستانی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے کی ۔ بالکل یہی کام نواز حکومت بھی کر رہی ہے۔ عوام کو کچھ اور لوری دی جارہی ہے لیکن ٹالبوٹ شمشاد مذاکرات کو کامیاب بنانے کیلئے اندرخانے حکمت عملی دوسری چل رہی ہے ۔ اس کمزوری کا مظاہرہ صرف اس لئے کرنا پڑ رہا ہے کہ ہم جوہری تجربات کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے زور بازو پر انحصار کرنے کے اہل نہیں ہیں ۔ دراصل حکومت پاکستان جس مخمصے کی گرفت میں ہے، اس کی وجہ سے وہ بیک وقت گرم اور سرد پھونکیں مار رہی ہے تاکہ " باغباں بھی خوش رہے ، راضی رہے صیاد بھی " اور

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام ۔۔۔ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

کا راستہ اختیار کر رہی ہے ۔ نہیں کہا جاسکتا کہ لندن مذاکرات کو کامیاب بنانے کیلئے امریکہ جو قیمت ہم سے طلب کرے گا ہم کس حد تک اسے ادا کرنے کیلئے تیار ہوں گے لیکن یہ بات اہل پاکستان کو سمجھ لینی چاہئیے کہ وہ دفاعی یعنی ہمارے جوہری پروگرام اور معیشت یعنی ہماری داخلی معاشی حکمت عملیوں کے حوالے سے بڑے سخت مطالبات کرنے والا ہے جن پر اسے مطمئن کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا، لیکن ہم عین اس مرحلے پر جبکہ ہمیں ڈیفالٹ کا اندیشہ حقیقت بنتا دکھائی دے رہا ہے، امریکہ کو نہ کہنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں ۔ گویا ہماری حالت یہ ہے :

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای ۔۔۔ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل خاص سے ہمیں ان مشکلات سے نکلنے کی کوئی سبیل پیدا کردے تو کردے ، ورنہ حالات واقعی تشویشناک ہیں ۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)